عہد نبوی میں جمع وتدوین قرآن سے متعلق تمنا عمادی کے موقف کا جائزہ

(An Analytical Study of *Tamanā Imādī's Position* on the Compilation of the Quran in Prophetic Period)

Dr. Saeed Ahmad

Visiting Faculty Member Islamic studies, Quaid-e-Azam University Islamabad

Dr. Muhammad Saeed

PhD in Tafsir & Quranic Sciences, International Islamic University Islamabad

Abstract

This paper studies and critically analysis *Tamannā Imādī's* (1888-1972) views on the compilation of the Quran in the early Islamic period. Muslims generally believe that complete Quran had been written in the Prophetic period but it was compiled during the caliphate of the first caliph *Abū Bakr.* Contrary to tis general belief, *Imādī* claimed that it was written and compiled in prophetic period. He argues for his views by those verses of the Quran in which it is called "*al-Kitāb*" (the book or scripture) and by some narrations. The study supporting the traditional stance and refuting *Imādī's* views concludes that Quran was not compiled in Prophetic era rater it was compiled later.

Keywords: Quran, Compilation, *Tamannā Imādī*

تمہید

علوم القرآن کی کتب میں جمع قرآن، حفاظت قرآن اور تاریخ تدوین قرآن کے مختلف عناوین کے تحت جمہور اہل علم کا یہ مسلک لکھا گیا ہے،[1] کہ قرآن حکیم جو آج ہمارے درمیان ایک محفوظ، مدون اور مرتب شکل میں موجود ہے، عہد

---

1 جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن (الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1394ھ/ 1974م)، 129-142؛ بدر الدین زرکشی، محمد بن عبداللہ، البرھان فی علوم القرآن، 1: 234-243۔

نبوی ﷺ اور عہد خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تدوین کے مختلف مراحل سے گزرا کیونکہ اللہ تعالی نے قرآن حکیم کو ایک ہی ساتھ کتابی شکل میں نازل نہیں فرمایا بلکہ تھوڑا تھوڑا کرکے حسب ضرورت نازل فرمایا۔ آپ ﷺ کی رحلت سے نو دن قبل تک قرآن نازل ہوتا رہا۔ایسے میں یہ کیونکر ممکن تھا کہ ایک باضابطہ کتاب کی شکل میں بالکل اسی طرح جس طرح آج ہمارے درمیان قرآن حکیم موجود ہے، قرآن حکیم مرتب ہوتا، لیکن حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حفظ قرآن حکیم کی ترغیب دی۔ عمومی طور پر عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج کوئی زیادہ نہ تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ لکھنا پڑھنا مطلق جانتے نہیں تھے کیونکہ سبعہ معلقہ جیسی دستاویزات اور دیگر تحاریر اس بات کے قوی دلائل میں سے ہیں کہ اہل عرب لکھت پڑھت سے کلی طور پر نابلد نہ تھے، البتہ ان کا مدار تحریر کے بجائے حفظ پر تھا۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے ابتدائے اسلام میں حفاظت قرآن کے لیے سب سے زیادہ زور حفظ فی الصدور پر دیا۔ آپ ﷺ غایت احتیاط کے لیے ہر سال رمضان المبارک کے مہینے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کا دَور فرماتے تھے، چنانچہ جس سال آپ ﷺ کی رحلت ہوی اس سال دو دفع دور کیا۔[2] لیکن اس سب کے باوجود حضور ﷺ نے حفاظت قرآن کے لئے سینے کے ساتھ ساتھ کتابت کا بھی بھرپور اہتمام فرمایا ۔نفس کتابتِ قرآن حکیم بعہد نبوی ﷺ پر بشمول علامہ تمنا عمادی[3] پوری امت کا اتفاق ہے، لیکن جمہور اہل علم کے ہاں قرآن حکیم متفرق صحف وغیرہ کی شکل میں جمع کیا جاچکا تھا جبکہ علامہ تمنا عمادی (1888ء-1972ء)[4] کا یہ ماننا ہے

---

2 محمد بن إسماعيل البخاري، صحيح بخاری (دار طوق النجاة، 1422ھ)، 4: 184، حدیث نمبر: 499۔

3 علامہ تمنا عمادی، جمع القرآن (کراچی، الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ، 1994ء)، 130۔

4 علامہ محی الدین حیات الحق تمنّا بن نذیر الحق فائز بن سفیر الحق سفیر بن ظہور الحق ظہور بن نور الحق تپاں پھلواروی۔آپ کا تعلق ہندوستان کے مشہور خانوادۂ علم و طریقت سے تھا۔نسباً جعفری الزینبی تھے۔آپکے والد اور دادا بھی اپنے عہد کے جید فضلاء میں سے تھ۔زیادہ تر اخذِ علم اپنے والد سے کیا، فارغ التحصیل ہونے کے بعد اوّلاً مدرسۂ حنفیہ، پٹنہ میں مدرس مقرر ہوئے، اس کے بعد تقریباً ساڑھے تین سال وِدّیا پیٹھ یونی ورسٹی (بہار) میں عربی وفارسی پڑھاتے رہے۔ 1921ء میں یہاں سے الگ ہوئے، تو پھر کسی ادارے میں ملازمت نہیں کی۔ 1948ء میں مشرقی پاکستان ہجرت کرکے ڈھاکہ شہر منتقل ہوئے۔ علمی وفکری حلقوں میں انھیں شہرت واہمیت حاصل ہوئی۔ 1969ء میں کراچی منتقل ہوگئے تھے۔آپ کی تصانیف میں سے: اعجاز القرآن واختلاف القراءات، جمع القرآن، حدیث کے مدون اول ابن شہاب زہری اور تاریخ وتفسیر کے مدون اول ابن جریر طبری، محکم ومتشابہ۔آپ کے شاگردوں میں سے چند کے نام حسبِ ذیل ہیں: مولانا اسد القادری، مولانا جعفر شاہ پھلواری، مولانا غلام حسین پھلواری جو مولانا جعفر شاہ کے بھائی ہیں، سر فخر الدین وزیر تعلیم بہار ہندوستان وغیرہ۔(دیکھئے: ماہنامہ الواقعہ، محمد تنزیل الصدیقی الحسینی، (کراچی) پہلا شمارہ اگست، 2012ء؛ تمنا عمادی، اعجاز القرآن واختلاف قراءات، 57-63، 91۔)

کہ قرآن حکیم عہد رسالت مآب ﷺ میں نہ صرف یہ کہ لکھا جاچکا تھا بلکہ بعینہٖ اُسی طرح کتابی شکل میں مرتب ومدون بین الدفتین موجود تھا جیسے کہ آج کے دور میں ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: "مختصر یہ ہے کہ قرآن مجید کتابی صورت میں عہد نبوی میں مدون ومرتب بالکل اسی ترتیب سے تھا جس طرح دنیائے اسلام کے ہر سچے مسلم گھر میں آج موجود ہے، اور ہر صحابی رضی اللہ عنہم کے گھر مرد، عورت، بوڑھے، جوان ذی شعور بچوں اور بچیوں کی روزانہ تلاوت میں تھا۔ اور جمہور اہل علم کے موقف پر رد کرتے ہوئے یہ باور کرانے کی کوشش کررہے ہیں کہ جمع صدیقی اور جمع عثمانی وغیرہ کا کوئی وجود نہیں تھا بلکہ یہ ایک منظّم سازش کے تحت قرآن حکیم کے خلاف پروپگینڈا کیا گیا"۔اس کے علاوہ انھوں نے اس حوالے سے اور بھی وضاحت کی ہے اور دلائل پیش کئے ہیں اپنی کتاب "جمع القرآن" میں، جس کا ہم نے اس مقالے میں تحقیقی جائزہ لینے کی کوشش کی ہیں، اصل موضوع پر بات کرنے سے پہلے علامہ تمنا عمادی کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں، اس کے بعد اس جمع وتدوین قرآن کے حوالے سے جمہور اہل علم کا موقف ذکر کرتے ہیں تاکہ علامہ تمنا عمادی کا موقف آسانی سے سمجھا جائے، اس کے بعد تمنا عمادی کا نکتہ نظر اور اس کا تجزیہ اور نقد وتبصرہ تحریر کیا جائے گا۔

علامہ تمنا عمادی کا مختصر تعارف

عہد نبوی ﷺ میں کتابت قرآن جمہور اہل علم کی نظر میں

عہد نبوی ﷺ میں کتابت قرآن پر بہت سارے دلائل موجود ہیں جن میں سے بعض اہم درج ذیل ہیں۔قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر قرآن مجید کے لئے "کتاب" کا اطلاق کیا گیا ہے مثلا ارشاد باری تعالی ہے: **{وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُواْ مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُواْ فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُواْ كَفَرُواْ بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّه عَلَى الْكَافِرِينَ}**[5] ایک اور جگہ پر اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: **ذَلِكَ الْكِتَابُ لاَ رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ۔**[6] ان دونوں آیات بینات میں قرآن مجید کے لیے کتاب کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مکتوب تھا۔کتابت، قرآن حکیم کی مسلمہ صفات میں سے ایک ہے جیسے کہ اللہ تعالی کے اس ارشاد سے واضح ہے: **{رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفاً مُّطَهَّرَةً فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ}**[7] امام فخر الدین رازی نے ان دونوں آیتوں کی تفسیر کچھ یوں کی ہے: **"فاعلم أن الصحف جمع صحيفة، وهي ظرف للمكتوب"**۔[8] جس کا ترجمہ کچھ یوں بنتا ہے: "جان لو کہ صحف جمع ہے صحیفہ کی اور یہ ظرف ہے لکھی ہوی چیز کے لئے"۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک عہد نبوی

---

5 البقرۃ2: 79۔

6 البقرۃ2: 1۔

7 البینۃ98: 2،3۔

8امام فخر الدین الرازی، التفسیر الکبیر (بیروت، دار إحياء التراث العربي، 1420ھ)، 32: 240۔

ﷺ میں لکھا ہوا موجود تھا۔کتابت قرآن بعہد نبوی ﷺ پر منجملہ دلائل میں سے وہ تمام احادیث بھی ہیں جو معتبر اسناد کے ساتھ کتب صحاح میں موجود ہیں جن کا احاطہ مقصود نہیں بطور نمونہ چند ایک کا ذکر کرتا ہوں:

- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت: **ان رسول الله ﷺنہی أن يسافر بالقرآن الى ارض العدو۔**[9] یعنی رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو ساتھ لیکر دشمن کی سرزمین کی طرف سفر کرنے سے منع فرمایا۔
- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **{لا یمس القرآن الا طاھر}**[10] قرآن کو بغیر طہارت کے مت چھونا اس سے صاف سمجھ میں آرہا ہے کہ قرآن مجید لکھا ہوا موجود تھا تبھی تو بغیر طہارت کے چھونے سے منع فرمایا اور اس سے ملتا جلتا مفہوم قرآن حکیم کی اس آیت کریمہ میں بھی موجود ہے: **{لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ}**[11] یعنی پاک نفوس ہی اس قرآن کو مس کر سکتے ہیں۔اس آیت کی تفسیر میں اگرچہ مفسرین کے مختلف اقوال ہیں کہ مطہرون سے مراد ملائکہ ہیں یا انسان؟ اور اگر انسان مراد ہیں تو گناہوں سے پاک ہوں یا حدث سے یا پھر شرک وکفر کی نجاست سے پاکی مراد ہے؟ یہ تمام اقوال تفسیر قرطبیؒ میں موجود ہیں لیکن صاحب تفسیر نے جس قول کو **"الاظہر"** کہ کر نقل کیا ہے وہ یہی ہے کہ کتاب سے مراد وہ کتاب ہے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے نہ کہ وہ جو لوح محفوظ میں ہے اور **{مطہرون}** سے مراد حدث سے پاکی مراد ہے۔[12] اس تفسیر کی صورت میں یہ بات واضح ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں قرآن مکتوب تھا تبھی تو محدَث کو مَس کرنے سے منع کیا جارہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن کا ان کو ناپاکی کی حالت میں قرآن کے مکتوب حصے کو چھونے سے منع کرنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غسل کرنا اور اسلام قبول کرنا کس سے مخفی ہے اور یہ مکی دور میں ہوا ہے جب مسلمان محدود بھی تھے اور مظلوم ومقہور بھی مگر پھر بھی کتابت قرآن کا عمل شروع ہی سے چل رہا تھا۔
- حضور ﷺ کا کاتبین وحی کو ہدایات دینا کہ اس آیت کو فلاں سورہ کی فلاں آیت کے ساتھ لکھ دینا یا اس جیسے دیگر الفاظ جو کتب صحاح میں موجود ہیں مثلا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یوں نقل فرمایا ہے: **"كان رسول الله ﷺمما يأتي عليه الزمان، ينزل عليه من السور ذوات العدد، فكان إذانزل عليه الشيء يدعو بعض من يكتب عنده فيقول" :ضعوا هذه في السورة**

9 امام بخاری، صحیح بخاری، 2: 56رقم الحدیث: 2990۔

10 المؤطاء، ابوظبی، الإمارات (مؤسسۃ زاید بن سلطان آل نہیان للأعمال الخیریۃ والإنسانیۃ، 1425ھ/ 2004 م)، 2: 278۔

11 الواقعۃ56، 79۔

12 امام قرطبیؒ، ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری، تفسیر الجامع لأحکام القرآن (القاہرۃ، دار الکتب المصریۃ، 1384ھ/ 1964م)، 17: 225۔

التي يذكر فيها كذا وكذا ـ وينزل عليه الآية فيقول :ضعوا هذه الآية في السورة التي يذكر فيها كذا وكذا وينزل عليه الآيات فيقول :ضعوا هذه الآيات في السورة التي يذكر فيها كذاو كذا "ـ[13]

- کاتبین وحی جب وحی لکھ لیتے تو حضور ﷺ مراجعت فرماتے تاکہ اگر کوئی کمی بیشی ہوتی تو اس کی تصحیح فرماتے مثلاً زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی یہ روایت جو معجم الکبیر میں ہے: **"كنت أكتب الوحي عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يملي عليّ، فإذا فرغت، قال : اقرأه فأقرأه، فإن كان فيه سقط أقامه"ـ**[14] یہ چند دلائل بطور نمونہ کے پیش کر دئے ہیں اگرچہ کتب احادیث میں کئی دیگر ایسی صحیح روایات موجود ہیں جو شاہد ہیں اس بات پر کہ حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں قرآن مجید لکھا ہوا موجود تھا۔
- اگر قرآن حکیم کے مشہور ترین ناموں پر غور کریں تو دو ہی نام زیادہ معروف ملتے ہیں جو دو مخصوص معانی حفظ فی الصدور اور حفظ فی السطور پر دلالت کرتے ہیں اور ان دو میں سے پہلا نام ہے: **"قرآن"** اور دوسرا نام **"کتاب"** ہے۔پہلا جو نام ہے **"قرآن"** اس میں معنی اول کے مطابق جمع ہونے کا اشارہ ہے یعنی حفظ فی الصدور والقلوب، کیونکہ قرآن مشتق ہے فعل **"قرأ"** سے جس کا معنی ہے تلاوت، جو کہ مرادف ہے قرات کا اور قرآن حکیم کی یہ آیت اس پر بہترین دلیل ہے:**{وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِن قَبْلِ أَن يُقْضَى إِلَيْكَ وَحْيُهُ وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْماً}**[15] یعنی آپ قرات قرآن میں جلدی نہ کریں حتی کہ جبرئیل علیہ السلام اس کی قرات سے فارغ نہ ہو جائے۔علامہ زبیدی نے بعض اہل لغت جیسے علامہ لحیانی اور دیگر کا قول نقل کیا ہے کہ قرآن مصدر ہے جیسے **"غفران"** یعنی مقروٴ کو قرآن کا نام دیا گیا اور اسے اہل لغت: **"تسمية المفعول بالمصدر"** کہتے ہیں،[16] جس پر قرآن حکیم کی یہ آیات دلیل ہیں: **{إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ۔ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ}**[17] ان دونوں آیتوں میں قرآن سے مراد قرات ہی ہے۔ اور قرآن حکیم کا دوسرا جو مشہور نام ہے یعنی **"الکتاب"** اس میں جمع قرآن کی دوسری قسم کی طرف اشارہ ہے یعنی **حفظ فی السطور** کیونکہ الکتاب دراصل مصدر ہے پھر مکتوب فیہ کو کتاب کا نام دیا گیا۔ علامہ سخاوی نے فرمایا:" **ومن أسمائه - أي القرآن - الكتاب، سمي بذلك، لأن الكَتبَ الجمع يقال: كتب إذا جمع الحروف بعضها على**

---

13 ابو عیسی الترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی (مصر، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، 1395ھ/ 1975م)، 7: 86۔

14 ابو القاسم الطبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر (القاہرۃ، دار النشر: مکتبۃ ابن تیمیۃ)، 5: 142۔

15 طہ 20: 114۔

16 الزَّبیدی، محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحسینی، تاج العروس من جواہر القاموس (دار الہدایۃ)، 1: 324۔

17 القیامۃ 75: 17 – 18۔

بعض، وتكتب بنو فلان، أي :اجتمعوا"۔[18] عبارت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن حکیم کے اسماء میں سے الکتاب بھی ہے، یہ نام اس لئے پڑا کیونکہ **"الكتب"** بمعنی **الجمع** ہے، کہا جاتا ہے کتب جب کسی نے بعض حروف کو بعض کے ساتھ ملایا، اور:**"تکتب بنو فلان"**، یعنی **اجتمعوا** جب وہ جمع ہوگئے۔

ڈاکٹر محمد دراز لکھتے ہیں: **"روعي في تسميته قرآنا كونه متلوا بالألسن، كما روعي في تسميته كتابا كونه مدونا بالأقلام، فكلتا التسميتين من تسمية الشيء بالمعنى الواقع عليه**۔[19] یعنی قرآن نام رکھنے میں اس بات کی رعایت رکھی گئی ہے کہ یہ زبان سے پڑھا جانے والا کلام ہے جیسے کہ کتاب نام رکھنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ قلم کے ذریعے مرتب ومدون ہو پس دونوں نام **"تسمية الشئى بالمعنى الواقع عليه"** کے قبیل سے ہیں۔اس عبارت کے بعد ڈاکٹر محمد دراز نے قرآن حکیم کے ان دونوں ناموں کی وجہ تسمیہ بھی بیان کی ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ قرآن حکیم کے ان دونوں ناموں میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کتاب کی دونوں طرح سے حفاظت کا اہتمام ہونا چاہئے یعنی حفظ فی الصدور اور حفظ فی السطور کیونکہ کسی حافظ کے حفظ کا اس وقت تک کوئی اعتبار نہیں جب تک کہ وہ اس رسم معروف کے موافق نہ ہو جو کہ نسل در نسل متفق علیہ چلا آرہا ہے اور کسی کاتب قرآن کی کتابت کا اس وقت تک کوئی اعتبار نہیں جب تک کہ وہ حفاظ قرآن کے حفظ کے موافق نہ ہو جو نسل در نسل متواتر سند کے ساتھ نقل ہوتا چلا آیا ہے۔[20] جمہور اہل علم مفسرین، محدثین اور اصولیین وغیرہم کا یہی مسلک ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں قرآن حکیم مختلف آلات کتابت میں لکھا ہوا موجود تھا لیکن باضابطہ کتابی شکل میں بعینہ اسی طرح کہ جس طرح آج ہمارے درمیان موجود ہے عہد نبوی ﷺ میں موجود نہ تھا بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مشورے سے قرآن حکیم کو ایک ہی جگہ پر سرکاری طور پر جمع کیا گیا اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اسی مصحف کو سبعۃ احرف کی رعایت کے ساتھ لکھوا کر انحاء عالم میں اس کے نسخے بھیجے گئے جس کی تفصیل علوم القرآن کی کتب میں دیکھی جا سکتی ہے۔

عہد نبوی ﷺ میں کتابت قرآن پر علامہ تمنا عمادی کا موقف

علامہ تمنا عمادی کا یہ ماننا ہے کہ قرآن کریم رسول اللہ ﷺ کے دور مبارک میں ہی نہ صرف یہ کہ لکھا گیا تھا بلکہ مکمل کتابی شکل میں مرتب ومدون بھی کیا جا چکا تھا اور یہ سب عمل حضور سرور کائنات ﷺ کی نگرانی میں کاتبین وحی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں مرحلہ تکمیل تک پہنچا اور کیوں نہ ہوتا جب کہ کتابت قرآن بھی تبلیغ رسالت کا حصہ تھا اور ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنا فرض منصبی احسن طریقے پر نبھایا۔ اپنے اس موقف کے اثبات

---

18 علم الدین السخاوی ابوالحسن علی بن محمد، جمال القراء وکمال الاقراء (دمشق، بیروت، دار المأمون للتراث، 1997م)، 28۔

19 محمد بن عبد اللہ دراز، النبأ العظیم نظرات جدیدۃ فی القرآن الکریم (دار القلم للنشر والتوزیع، 1426ھ/ 2005م)، 12۔

20 دراز، النبأ العظیم نظرات جدیدۃ فی القرآن الکریم، 12-13۔

میں علامہ تمنا عمادی نے مختلف دلائل پیش کئے ہیں جن کو ہم تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں، پہلی قسم میں وہ تمام آیات قرآنیہ ہیں جن میں قرآن کو کتاب یا صحف وغیرہ کہا گیا ہے دوسری قسم میں وہ تمام روایات جن سے علامہ تمنا عمادی نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ قرآن کریم عہد نبوی میں لکھا جاچکا تھا اور تیسری قسم عقلی دلائل کی ہے کہ جن سے علامہ موصوف نے اپنے موقف کو مضبوط کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔زیر نظر تحقیقی مقالے میں علامہ تمنا عمادی کی طرف سے پیش کردہ تینوں قسم کے دلائل کو بالترتیب ذکر کرکے تحقیقی و تنقیدی اسلوب میں حقائق تک پہنچنے کی کوشش کی گئی ہیں۔

علامہ تمنا عمادی کا آیاتِ قرآنیہ سے استدلال

پہلی دلیل: علامہ تمنا عمادی نے اپنا مدعا مختلف دلائل سے ثابت کیا ہے منجملہ ان دلائل کے وہ تمام آیات مبارکات بھی ہیں کہ جن سے نہ صرف یہ کہ دور نبوت میں کتابت قرآن کا ثبوت ملتا ہے بلکہ اس کی کتابی شکل کا بھی پتہ چلتا ہے آیئے دیکھتے ہیں علامہ موصوف کی تحریر سے یہ اقتباس: "کاتبین وحی جو کتابت قرآن کیا کرتے تھے، کفار طعن سے کہتے تھے کہ یہ اگلوں کی داستانیں ہیں جن کو انہوں نے لکھوایا ہے اور صبح شام ان کے سامنے لکھا جاتا ہے: { وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا }[21] یہ آیت کتابت وحی کا دستور ثابت کرنے کے لئے نص قطعی ہے املی علیہ کے معنی ہیں کہ کسی کے ڈکٹیٹ کرانے سے، زبانی بتانے سے اس کے بتائے ہوے کو کسی نے لکھا"۔[22]لیکن یہ آیت کریمہ جمہور اہل علم کے مسلک سے قطعاً متضاد نہیں ہے کیونکہ اس سے یہی پتہ چل رہا ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں وحی کی کتابت کی جاتی تھی یعنی قرآن کریم کی اور جمہور بھی تو یہی کہتے ہیں البتہ یہ آیت علامہ عمادی کے مدعا پر دلیل شاید نہ بن سکے کیونکہ ان کا دعوی یہ ہے کہ قرآن کتابی شکل میں موجود تھا جس پر اس آیت کریمہ کا کوئی حصہ دلالت نہیں کر رہا۔

دوسری دلیل: علامہ تمنا عمادی لکھتے ہیں: "کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وقت میں قرآن کسی بھی چیز پر جمع نہیں کیا گیا تھا اور اگر لکھا بھی گیا تھا تو ٹھیکری، تختی اور پتھر وغیرہ پر مگر قرآن میں ہے: **{رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً}**[23] کیا ٹھیکریوں، تختیوں اور پتھروں ہی کو صحف فرمایا گیا ہے؟ پھر قرآن پاک کو **{فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ}**[24] بھی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے سبع طوال یعنی سات پہلی بڑی بڑی سورتیں اور مئین، سو سو آیتوں کی سورتیں اور طوال مفصل وقصار مفصل یہ سب سورتوں کے مجموعے خود مرتب فرما کر اسی حساب سے قرآن کے متعدد صحیفے قرار دیے تھے

---

21 الفرقان 25: 5۔

22 تمنا عمادی، جمع القرآن، 210۔

23 البینۃ 98: 2۔

24 عبس 80: 13۔

اسی لیے قرآن کے پورے مجموعے کے متعلق فرمایا گیا: {فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ}[25] اور پورے قرآن کو کتب جمع کے صیغے سے تعبیر کیا گیا اور ان صحف یعنی صحیفوں کے پورے مجموعے کو مصحف بھی کہا گیا ہے چنانچہ بعض حدیثوں میں مصحف کا لفظ موجود ہے"۔[26] بعض حدیثوں سے یہاں وہ احادیث مراد ہیں جن میں قرآن پاک کے لئے مصحف کا لفظ استعمال ہوا ہے، علامہ تمنا عمادی کی کتاب میں مجھے ایسی احادیث کا ذکر نہ مل سکا لیکن ذخیرہ احادیث میں سے کچھ ایسی احادیث ملی ہیں جن میں مصحف کا ذکر ملتا ہے شاید ان کی مراد وہی احادیث ہوں چنانچہ ابن ماجہ نے اپنی سنن میں سند کے ساتھ ایک حدیث کا ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو:"**قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ عِلْمًا عَلَّمَهُ وَنَشَرَهُ، وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ، وَمُصْحَفًا وَرَّثَهُ، أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ، أَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيلِ بَنَاهُ، أَوْ نَهْرًا أَجْرَاهُ، أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِي صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ،يَلْحَقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ**"۔[27]

جمہور اہل علم کی طرف سے اس دلیل کا جواب: علامہ عمادی کے ہاں صحف یا صحیفہ اس کو کہا جائے گا جو کاغذ وغیرہ پر مرتب لکھا ہوا ہو اور متفرق تحریرات کو صحف نہیں کہا جائے گا آیئے دیکھتے ہیں علامہ کا یہ موقف اہل لغت سے کتنا میل کھاتا ہے اور اہل لغت صحیفہ یا صحف کسے کہتے ہیں۔ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: "**صحف: الصَّحِيفَةُ: الَّتِي يُكْتَبُ فِيهَا، وَالْجَمْعُ صَحَائِفُ وصُحُفٌ وصُحْفٌ**۔[28] یعنی صحیفہ اسے کہا جاتا ہے جس میں لکھا جائے، چاہے وہ کاغذ ہو یا کچھ اور اسی طرح علامہ زبیدی لکھتے ہیں: "**والصَحيفَةُ: الْكتَابُ، جمع: صَحَائفُ علَى الْقيَاس، وصُحُفٌ، كَكُتَب، ويُخَفَّفُ أَيضاً، وَهُوَ نَادرٌ**"[29] صحیفہ کتاب کو کہتے ہیں اور کتاب کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "**(والكِتَابُ: مَا يُكْتَبُ فِيهِ)، وَفِي الحديثِ: (مَنْ نَظَرَ إِلى كِتَابِ أَخِيهِ بغَيْرِ إِذْنِه، فكَأَنَّما يَنظُرُ فِي النَّارِ)**۔[30] علامہ فیروز آبادی اپنی کتاب القاموس المحیط میں لکھتے ہیں: "**والصَّحيفَةُ: الكِتَابُ ج: صَحَائِفُ، وصُحُفٌ ككُتُبٍ نادِرَةٌ**"۔[31]

---

25 البینۃ98: 3۔

26 تمنا عمادی، جمع القرآن، 205۔

27 امام ابن ماجۃ ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ (بیروت، دار إحیاء الکتب العربیۃ)، 1: 88، حدیث نمبر: 242۔

28 جمال الدین ابن منظور الإفریقی، لسان العرب (بیروت، دار صادر، 1414ھ-)، 9: 186۔

29 الزَّبیدی، تاج العروس، 5: 24۔

30 الزَّبیدی، تاج العروس، 4: 101۔

31 مجد الدین الفیروز آبادی، ابو طاہر محمد بن یعقوب، القاموس المحیط (بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، 1426ھ/ 2005م)، 824۔

ان تمام اقوال میں کہیں بھی علامہ تمنا عمادی کا لیا ہوا معنی نظر نہیں آتا اور چونکہ حضور اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ میں تو کہیں ایسا کوئی ثبوت نہیں جو علامہ تمنا عمادی کی رائے کا مؤید ہو اور مفسرین سابقین نے ان **آیات بینات** کی جو تفسیر کی ہے وہ علامہ عمادی کو قبول نہیں تو پھر ان پر لازم ہے کہ اپنے دعوے پر **قطعی الدلالۃ** نصوص لائیں جو کہ ان کے بس میں نہیں تھا اب سوائے لغت عرب کے کوئی ایسا ماخذ مجھے نظر نہیں آیا جہاں سے اس بات کی تصدیق کرائی جائے کہ صحیفہ یا کتاب کا کیا مطلب ہے اور وہ ہم نے ابھی دیکھ لیا۔ جمہور اہل علم کے ہاں "**{في صحف مكرمه}**" اور **{فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ}**[32] جیسی آیات کا مطلب واضح ہے چنانچہ امام امام قرطبیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: "**فيها كتب قيمة أي مستقيمة مستوية محكمة ; من قول العرب : قام يقوم إذا استوى وصح ـ وقال بعض أهل العلم : الصحف هي الكتب ; فكيف قال في صحف فيها كتب ؟ فالجواب : أن الكتب هنا بمعنى الأحكام ; قال الله عز وجل: كتب الله لأغلبن بمعنى حكم ـ وقال صلى الله عليه وسلم: والله لأقضين بينكما بكتاب الله ثم قضى بالرجم ، وليس ذكر الرجم مسطورا في الكتاب، فالمعنى: لأقضين بينكما بحكم الله تعالى۔ وقال الشاعر: وما الولاء بالبلاء فملتم وما ذاك قال الله إذ هو يكتب، وقيل: الكتب القيمة: هي القرآن فجعله كتبا لأنه يشتمل على أنواع من البيان**"۔[33]

جہاں تک علامہ عمادی کا یہ کہنا ہے کہ سورتوں کے مجموعے آپ ﷺ نے خود بیان فرمائے تھے، جی ہاں جمہور اہل علم کا بھی یہی موقف ہے جیسے کہ قاضی عبد الصمد صارم نے اپنی کتاب تاریخ القرآن میں ابو جعفر رازی کے حوالے سے لکھا ہے: "کہ وہ احادیث جن سے سورتوں کی ترتیب کا پتہ چلتا ہےاس قدر ہیں کہ ان سے تمام سورتوں کی ترتیب ثابت ہوتی ہے قرآن کی اندرونی شہادت سے بھی موجودہ ترتیب کا ترتیب رسولی ہونا ثابت ہوتا ہے"۔[34] لیکن آپ کا دعوی یہ ہے کہ قرآن مجید عہد نبوی ﷺ میں **بین الدفتین** بالکل اسی طرح موجود تھا جیسے آج ہے،اور یہ دلیل بھی دعوی پر **قطعی الدلالۃ** نہیں ہے۔ مزید وضاحت کے لیئے ملاحظہ فرمایے: بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن لٹکے ہوئے دیکھے یا قرآن کو دشمنوں کی سرزمین میں لیجانے سے منع فرمایا اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن بین الدفتین جمع تھا، بلکہ قرآن کا ہر جزء قرآن کہلاتا ہے۔ حضور کی وفات سے نو دن پہلے تک وحی آتی رہی، جب وحی ختم ہی نہیں ہوئی تھی تو ترتیب کیسی؟ کس کو معلوم تھا کہ کس قدر باقی ہے جو کوئی ترتیب سے تحریر کرلیتا پڑھنے میں البتہ سور

---

32 البینۃ98: 3۔

33امام قرطبیؒ، الجامع لأحکام القرآن، 20: 143۔

34صارم، تاریخ القرآن، 42

توں کی ترتیب صحابہ رضی اللہ عنہم کو معلوم تھی، جس ترتیب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے اور جس ترتیب سے آپ نے عرضہ اخیرہ میں پڑھا اور سنا۔[35]

علامہ تمنا عمادی کا احادیث وروایات سے استدلال مع نقد

پہلی دلیل: علامہ تمنا عمادی اپنے موقف کی تائید میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کا حولہ دیتے ہوے لکھتے ہیں: " دوسری طرف خود زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہی کا یہ اقرار موجود ہے کہ وہ فرماتے تھے:"**كُنا عند رسول الله ﷺ نؤلف القرآن من الرقاع**۔"[36] یعنی زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ کر رقعوں سے قرآن جمع کیا کرتے تھے۔[37] اس حدیث کی سند کے بارے میں علامہ موصوف نے لکھا ہے کہ: "اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک[38] میں، جلال الدین سیوطی نے اتقان[39] میں اور ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں نقل کیا ہے اور سب نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرطوں کے مطابق ہے اور صحیح ہے۔ امام ذہبی نے بھی تلخیص مستدرک میں حاکم کی تائید کی ہے تو پھر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقائے کار رقعوں یعنی رق کے اوراق سے کس چیز پر عہد نبوی ﷺ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے قرآن جمع کیا کرتے تھے؟ اس حدیث کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ کسی لکھنے والے نے یا چند لکھنے والوں نے پہلے غیر شیرازہ بند غیر مجلد اوراق پر قرآن لکھا تھا۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم ان اوراق پر سے کسی شیرازہ بند کتاب ہی پر آں حضرت ﷺ کے پیش نظر قرآن نقل کیا کرتے تھے اور غالباً نہیں بلکہ یقیناً نقل کر کرکے ہر صحابی اپنے گھر اپنا نسخہ لے جاتا تھا جبھی تو ہر صحابی کے پاس لکھا ہوا قرآن کتاب صورت میں موجود تھا اور آنحضرت ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کو کتاب دیکھ کر پڑھنے کی تاکید فرماتے تھے۔[40] لیکن یہ روایت بالکل بھی جمہور کے موقف کے خلاف نہیں اور نہ ہی علامہ تمنا عمادی کے موقف کی ترجمان ہے کیونکہ مختلف روایات میں مذکور ہے کہ جب بھی آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ موجود کاتبین میں سے کسی کو بلا کر املاء کرواتے اور پھر حضور ﷺ مراجعت فرماتے تاکہ اگر کوئی کمی بیشی ہوتی تو اس کی تصحیح فرماتے مثلاً زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی یہ روایت جو معجم الکبیر میں ہے: "**كنت أكتب الوحي عند**

---

35 صارم تاریخ القرآن، 87۔

36 امام ترمذی، سنن الترمذی، 5: 734۔

37 تمنا عمادی، جمع القرآن، 188۔

38 ابو عبد اللہ الحاکم، محمد بن عبد اللہ بن محمد، المستدرک علی الصحیحین (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، 1990م)، 2: 611۔

39 جلال الدین السیوطی، عبد الرحمٰن بن ابی بکر، الإتقان فی علوم القرآن (الهيئة المصرية العامة للكتاب، 1974م)، 1: 81۔

40 تمنا عمادی، جمع القرآن، 189- 190۔

رسول الله ﷺ وهو يملي عليَ، فإذا فرغت، قال :اقرأه فأقرأه، فإن كان فيه سقط أقامه"۔[41] زیر نظر روایت میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ یہی نقل کرتے ہیں کہ نزول وحی کے وقت جو کاتب جس آلہ کتابت میں لکھ لیتا بعد میں اس کو با قاعدہ صحف میں جمع کیا جاتا تھا اور صحف یا صحیفہ ان مجموعات کو کہا جاتا تھا جن میں ایک یا ایک سے زیادہ چند سورتیں اکٹھی لکھی جاتیں اور یہ سارا کام آپ ﷺ کی نگرانی میں ہی مرحلہ تکمیل تک پہنچ جاتا۔

دوسری دلیل: کتاب الامام یا کتاب الام، اسطوانہ مصحف کا ذکر

جمع قرآن بعہد رسول اللہ ﷺ بشکل کتاب کے دلائل میں علامہ تمنا عمادی نے اسطوانہ مصحف کا ذکر بالخصوص کیا ہے اور اپنا موقف ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے ملاحظہ فرمائے: "کتابت وحی کا کام رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی ایک شخص معین کے سپرد نہیں کیا تھا بلکہ مہاجرین وانصار جیسے معتمد و معتبر لوگوں میں سے جو شخص بھی وقت پر موجود رہا اس سے آپ ﷺ اس وقت کی نازل شدہ آیات کو اس کتاب میں جس کا نام **"امام"** اور **"ام"** تھا جو پہلے مسجد نبوی ﷺ بننے کے بعد اس کے ایک ستون کے پاس ایک صندوق میں محفوظ رہتی تھی، لکھوا دیا کرتے تھے اس لئے اس ستون کو **"اسطوانه مصحف"** کہتے تھے۔ اسی ستون کے پاس بیٹھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم قرآن یاد کیا کرتے تھے اور کتاب الامام سے قرآن اپنے اپنے مصحفوں میں نقل کیا کرتے تھے"۔مزید اس کتاب **الامام** کے بارے میں لکھتے ہیں: "جب منافقین کی ریشہ دوانیاں بڑھیں تو ان کے دست برد سے بچانے کے لئے وہ صندوق مسجد سے اٹھا کر ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بھیج دیا گیا اور مصحف الامام اس وقت سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی زندگی تک برابر اس کے پاس رہا"۔[42] کتاب کے اسی صفحے کے حاشیہ میں مذکور ہے کہ: "یہ کتاب الامام 64ھ بعد مروان بن حکم نے قصداً ضائع کرادی کہ منافقین اس میں تحریف کرکے عوام کو گمراہ نہ کریں۔"[43]

جواب: علامہ تمنا عمادی نے اپنے موقف (کہ قرآن کریم دور نبوی ﷺ میں بشکل مکمل کتاب موجود تھا) پر حدیث اسطوانۃ المصحف کا بالخصوص ذکر کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ایک صندوق ہوتا تھا مسجد نبوی ﷺ میں جس میں قرآن کریم رکھا جاتا تھا پھر جب منافقین مدینہ کی ریشہ دوانیاں بڑھ گئیں تو اس صندوق کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں منتقل کیا گیا۔ پہلے ذکر ان روایات کا ہوگا پھر ان روایات کا مطلب ومفہوم بیان کیا جائے گا، ذیل میں چند روایات پیش کی جارہی ہیں:

- **پہلی روایت: حَدَّثَنَا المَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ، قَالَ: كُنْتُ آتِي مَعَ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ رضي الله عنه فَيُصَلِّي عِنْدَ الأُسْطُوَانَةِ الَّتِي عِنْدَ المُصْحَفِ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا مُسْلِمٍ،**

41 امام طبرانی، المعجم الکبیر، 5: 142، حدیث نمبر: 4889۔

42 تمنا عمادی، جمع القرآن، 170۔

43 تمنا عمادی، جمع القرآن، 170 – 171۔

أَرَاكَ تَتَحَرَّى الصَّلاَةَ عِنْدَ هَذِهِ الأُسْطُوَانَةِ، قَالَ: فَإِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى الصَّلاَةَ عِنْدَهَا۔[44]

- دوسری روایت: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَ إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا، وَقَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ، عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ وَهُوَ ابْنُ الْأَكْوَعِ رضي الله عنه أَنَّهُ كَانَ يَتَحَرَّى مَوْضِعَ مَكَانِ الْمُصْحَفِ يُسَبِّحُ فِيهِ، وَذَكَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَحَرَّى ذَلِكَ الْمَكَانَ، وَكَانَ بَيْنَ الْمِنْبَرِ وَالْقِبْلَةِ قَدْرُ مَمَرِّ الشَّاةِ۔[45]

اس مضمون کی روایات صحاح کی کتب میں موجود ہیں جن کو لیکر بعض لوگوں کو یہ مغالطہ لگا کہ یہ عہد رسالت مآب ﷺ کے واقعات ہیں اور اسی بنیاد پر علامہ تمنا عمادی سمیت بعض اہل علم نے یہ موقف اختیار کیا کہ قرآن پاک عہد نبوی ﷺ میں ہی مرتب ومدون موجود تھا لیکن فی الحقیقت یہ واقعات دور عثمانی کے ہیں، چنانچہ علامہ کرمانی اور دیگر محدثین کا کہنا ہے کہ یہ مصحف دور عثمانی میں رکھا گیا تھا اور یہ انہی مصاحف میں سے ایک تھا جنہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم پر تحریری شکل دی گئی تھی اور متعدد نسخے بنا کر مختلف علاقوں میں بھیجے گئے تھے لیکن ایک نسخہ مدینہ منورہ میں رکھا گیا تھا اور مسجد نبوی میں ایک ستون کے پاس یہ صندوق رکھا گیا تھا، صحیح مسلم کے محقق اور شارح محمد فؤاد عبد الباقی اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **"مكان المصحف) هو المكان الذي وضع فيه صندوق المصحف في المسجد النبوي الشريف وذلك المصحف هو الذي سمي إماما من عهد عثمان رضي الله تعالى عنه وكان في ذلك المكان اسطوانة تعرف باسطوانة المهاجرين وكانت متوسطة في الروضة المكرمة۔**[46] علامہ کرمانی صحیح بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں: **"وكان في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم موضع خاص للمصحف الذي كان ثمة في عهد عثمان"۔**[47] علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری لکھتے ہیں: **"(الَّتِي عِنْد الْمُصحف)، هَذَا يدل على أنه كَانَ فِي مَسْجِد رَسُول الله مَوضِع خَاص للمصحف الَّذِي كَانَ ثمَّة**

---

44 امام بخاری، صحیح بخاری، 1: 104، حدیث نمبر: 502۔

45 مسلم بن الحجاج ابو الحسن القشیری النیسابوری، صحیح مسلم (بیروت، دار إحیاء التراث العربی)، 1: 364۔

46 امام مسلم، صحیح مسلم، 1: 364۔

47 محمد بن یوسف الکرمانی شمس الدین، الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری (شرح الکرمانی علی البخاری) (المطبعۃ البہیۃ المصریۃ، 1356ھ – 1937م)، 4: 155، رقم الحدیث: 481۔

من عهد عُثْمَان، وَوَقع عِنْد مُسلم بِلَفْظ: يُصَلِّي وَرَاء الصندوق)، وَكَأَنَّهُ كَانَ للمصحف صندوق يوضع فِيهِ والأسطوانة الْمَذْكُورَة فِيهِ مَعْرُوفَة بأسطوانة الْمُهَاجِرين۔[48]

علامہ قسطلانی نے بھی اسی طرح کا موقف اپنایا ہے وہ فرماتے ہیں: **"(التي عند المصحف) الذي كان في المسجد من عهد عثمان بن عفان رضي الله عنه۔**[49] علامہ انور شاہ کشمیری بھی اس سے مراد عہد عثمانی ہی لے رہے ہیں: **"(التي عند المُصْحَف) قال الحافظُ رحمه الله تعالى: إنَّها أُسْطُوَانة مخلقة۔ وردّ عليه السَّمْهُودي وقال: والتي عندَ المصحف غيرها۔ثُمَّ إنَّ الراوي يعلمها بأمارات حدثت في زَمَنِ عثمان رضي الله عنه لا أنَّها كانت في زَمَنِ النَّبي صلى الله عليه وسلّم"۔**[50]

میں نے اس ضمن میں جتنی شروحات صحیح بخاری و مسلم کی دیکھی اپنی بساط کے مطابق مگر کسی نے بھی ان روایات سے مراد یہ نہیں لیا کہ حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں کوئی ایسا صندوق تھا جس میں مصحف رکھا جاتا تھا کیونکہ ایسا کچھ تھا ہی نہیں۔

تیسری دلیل: کتاب اللہ دیکھ کر پڑھنے کا حکم اور تاکید

علامہ تمنا عمادی نے اپنے موقف کی تائید میں ان روایات کو بھی پیش کیا ہے کہ جن میں رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم دیکھ کر پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ تفصیل علامہ تمنا کے قلم سے: "چونکہ کتابت اور حفظ دونوں کا سلسلہ ساتھ ساتھ جاری تھا اور کتابت وحفظ کے بعد ہر شخص اپنے مصحف میں تلاوت روزانہ کا بھی پابند تھا اس لئے اعراب ونقطے کتابت میں رکھنے کی ضرورت ہی نہ تھی"۔اس ضمن میں حدیث پاک کی روایت کے الفاظ متن کتاب کے بجائے حاشیے پر درج کئے گئے ہیں ملاحظہ فرمائیں: "حدیث میں وارد ہے: **اعطوا اعينكم حظها من القرآن۔** یعنی قرآن میں جو تمہاری آنکھوں کا حصہ ہے وہ ان کو دیا کرو یعنی مصحف دیکھ کر پڑھا کرو۔ اس روایت کو امام بیہقی نے اپنی کتاب شعب الایمان میں نقل کیا ہے اور سند کے اعتبار سے انتہائی کمزور اور ناقابل احتجاج ہے چنانچہ علامہ ناصر الدین البانی نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ میں اسے موضوع لکھا ہے۔[51] اور مشکواۃ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: **"قراءة الرجل فی**

---

48 بدر الدین العینی ابو محمد محمود بن احمد، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری (بیروت دار إحیاء التراث العربی)، 2: 283۔

49 احمد بن محمد بن ابو بکر القسطلانی، ارشاد الساری شرح صحیح البخاری (دار الکتب العلمیۃ)، 1: 247۔

49 احمد بن محمد بن ابو بکر القسطلانی، ارشاد الساری شرح صحیح البخاری (دار الکتب العلمیۃ)، 1: 247۔

50 محمد انور الکشمیری، فیض الباری علی صحیح البخاری (دار الکتب العلمیۃ، 1426ھ/ 2005م)، 2: 111۔

51 ابو عبد الرحمٰن محمد ناصر الدین الألبانی، سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ وأثرہا السیئ فی الأمۃ (المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، دار المعارف، الریاض 1412ھ/ 1992م)، 4: 88۔

غیر المصحف الف درجة وقراءته فی المصحف ضعف علی الفی درجة۔[52] یعنی قرآن غیر مصحف میں (زبانی) پڑھنا ہزار گنا ثواب کا درجہ رکھتا ہے اور مصحف میں دیکھ کر پڑھنا دوگنا ہو کر دو ہزار گنا ثواب کا درجہ رکھتا ہے۔[53] یہ بھی ایک ضعیف روایت ہے جسے علامہ البانی سمیت دیگر محققین نے ضعیف اور ناقابل استدلال قرار دیا ہے جس سے ایک ایسا شخص اپنے مدعا پر دلیل بنا رہا ہے جو اپنے مدعا کے خلاف بیان ہونے والی ایسی احادیث صحیحہ۔ جو متفق علیہ ہیں۔کو بیک جنبش قلم "موضوع"، "من گھڑت"، اور "عجمی سازش" قرار دے کر راہ فرار اختیار کرلیتا ہے، ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں علامہ عمادی لکھتے ہیں: "کتاب دیکھ کر پڑھنے سے دونا پانے کی بشارت سن کر بہ امید ثواب ضرور کتاب دیکھ کر پڑھتے تھے مگر ہر چند نظر تو کتاب کی سطروں پر دوڑتی تھی لیکن زبان سے وہی نکلتا تھا جو زبانی یاد تھا"۔[54]

چوتھی دلیل: سورتوں کے مختلف مجموعوں کی تقسیم اور ان کے نام

اپنے مدعا کی تائید میں علامہ تمنا عمادی ان تمام روایات کو بھی ضبط تحریر میں لائے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن پاک کی سورتوں کو آنحضرت ﷺ نے مختلف مجموعوں میں تقسیم فرمایا تھا تاکہ تلاوت قرآن کا روزانہ معمول بن جائے، ملاحظہ فرمایئے علامہ عمادی کی تحریر: "**خالد الحذا ابوقلابه** سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تورات کی جگہ مجھ کہ "**سبع طوال**" دیا گیا،[55] اور زبور کے عوض مجھ کو "**مثانی**" ملے اور انجیل کے بدلے "**مئین**" دیا گیا اور مفصل مجھ کو فاضل ملے اور واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ توراۃ کی جگہ مجھ کو "**سبع طوال**" ملے زبور کے بدلے **مئین** اور انجیل کے عوض **مثانی** اور **مفضل** مجھ کو فاضل ملے۔[56] قرآن پاک کی سات منزلوں اور **تحزیب القرآن** کے بارے میں لکھتے ہیں: "۔۔۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کو وقت مقررہ پر پڑھنے کا موقع نہ ملا تو دوسرے وقت آپ ﷺ نے اپنا حزب پورا کرلیا جب حجرے سے باہر تشریف لائے[57] پھر اس حدیث کے بعد اسی جگہ سنن ابوداود میں ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت اوس بن حذیفہ الثقفی رضی اللہ عنہ جن کو اوس بن ابی اوس رضی اللہ عنہ بھی کہتے ہیں جو خود صحابی تھے اور مذکورہ بالا حدیث وہی رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں جس کا ایک ٹکڑا ہم نے ترجمہ کرکے اوپر نقل کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اصحاب رسول

---

52 امام طبرانی، المعجم الکبیر، 1: 221، حدیث نمبر: 601۔

53 تمنا عمادی، جمع القرآن، 173۔

54 تمنا عمادی، جمع القرآن، 173۔

55 ابوداود سلیمان بن داود الطیالسی، مسند ابی داود الطیالسی (مصر، دار ہجر، 1419ھ/ 1999م)، 2: 351، حدیث نمبر: 1105؛ تمنا عمادی، جمع القرآن، 173۔

56 تمنا عمادی، جمع القرآن، 206۔

57 ابوداود سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن ابوداود (بیروت، المکتبۃ العصریۃ، ب ت)، 1: 205۔

اللہ ﷺ یعنی اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا: "**کیف تحزبون القرآن**"قرآن کا حزب آپ لوگ کس طرح مقرر کرتے ہیں؟ تو سب نے کہا تین اور پانچ اور سات اور نو اور گیارہ اور تیرہ اور مفصل کا پورا ایک حزب"،[58] جس کی تفصیل کچھ یوں ہیں: حزب اول: بقرہ، آل عمران، نساء۔حزب دوم: پھر مائدہ، انعام، اعراف، انفال اور توبہ یعنی سورہ براءت۔حزب سوم: پھر یونس، ہود، یوسف، رعد، ابراہیم، رعد اور نحل۔حزب چہارم: بنی اسرائیل، کہف، مریم، طٰہ انبیاء، حج، مؤمنون، نور اور فرقان۔ حزب پنجم: پھر شعراء، نمل، قصص، عنکبوت، روم، لقمان، سجدہ، احزاب سبا، فاطر، یٰس۔حزب ششم: صافات، صٓ، زمر، مؤمن، حم سجدہ، شوریٰ، زخرف، دخان جاثیہ، احقاف، محمد، فتح اور حجرات۔حزب ہفتم: سورہ قاف سے آخر تک۔انھی ساتوں احزاب کو سات منزلیں کہتے ہیں اور پہلی منزل سورہ فاتحہ سے شروع کرتے ہیں"**فمی بشوق**"کے حساب سے تلاوت کو اسی لیے مسنون سمجھتے ہیں یعنی ف سے فاتحہ م سے مائدہ، ی سے یونس، ب سے بنی اسرائیل، ش سے شعراء، سے والصافات اور ق سے سورہ ق"۔

ان جیسی بعض اور روایات کا بھی ذکر کرنے اور ان پر حکم لگانے کے بعد اپنے مدعا کو ثابت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"بہر حال ان روایتوں کے ماننے والوں کو یہ تو ماننا پڑے گا کہ سورتیں سب کی سب عہد نبوی میں مرتب ہو چکی تھیں اور ہر سورت کا نام خود رسول اللہ ﷺ نے رکھا تھا اور برابر نمازوں میں پڑھا کرتے تھے کیا کوئی سچا مسلمان ہے جو اس کا انکار کرے؟ اگر ہے تو:{**قُلْ هَاتُواْ بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ**}[59] اگر سچے ہو تو میرے سامنے ثبوت پیش کرو"۔

تحزیب القرآن سے متعلق ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حیات نبوی ﷺ میں ہی قرآن پاک کی تلاوت کا معمول کا ذکر ہے اور خود آپ ﷺ بھی روزانہ معمول کے مطابق تلاوت ایک معین حصے کی فرماتے تھے، اس حدیث کا متن حاشیہ میں لکھ دیا ہے لیکن یاد رہے کہ اس حدیث کوامام ابوداود نے سنن، امام ابن ماجہ نے بھی سنن اور امام احمد بن حنبل نے مسند میں ذکر فرمایا ہےاوس بن حذیفہ سے لیکن سنن ابوداود کے محقق شعیب ارنوط نے حدیث پر حکم لگاتے ہوئے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور اسی طرح مشہور محقق علامہ ناصر الدین البانی نے بھی ضعیف قرار دیا ہے،[60] پس معلوم ہوا کہ ایک ضعیف حدیث کو علامہ عمادی جیسے محقق نے اپنے مدعا پر بطور دلیل پیش کیا جو کہ کسی صورت قبول نہیں، اور اگر اس روایت کو صحیح فرض بھی کیا جائے تو جمہور اہل علم کے موقف پر اثرانداز نہیں ہو سکتی کیونکہ جمہور اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ آیات سُور کی ترتیب توقیفی ہے جسے آپ ﷺ نے بمطابق جبرئیل کی ہدایت کے لکھوا دیا کرتے تھے لیکن اس سے یہ کہاں پتہ چلتا ہے کہ یہ سب ایک جگہ مرتب **بین الدفتین** تھا۔

علامہ تمنا عمادی کا عقلی دلائل سے استدلال

58 امام ابوداود، سنن ابوداود، 2: 55، حدیث نمبر: 1393۔

59 البقرة2، 111۔

60 البانی، صحیح وضعیف سنن ابی داود، رقم الحدیث: 1393۔

علامہ تمنا عمادی نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے جہاں قرآن وسنت سے کام لیا ہے وہی پر عقل ودرایت سے بھی اپنے مدعا کو بطریق احسن ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ویسے بھی علامہ کے ہاں درایت ہی اصل ہے تبھی تو وہ برملا اس بات کا اظہار کرتے رہے ہیں کہ وہ تمام احادیث جو درایت کے خلاف ہیں نا قابل استدلال ہیں کیونکہ ان کی نظر میں وہ روایت صحیح حدیث ہو ہی نہیں سکتی جو عقل ودرایت کے خلاف ہو یا قرآنی احکام سے متصادم ہو۔

پہلا دلیل اور اس کا جواب

زیر نظر دلیل بھی در حقیقت بعض قرآنی آیات محکمات کی عقلی تفسیر پر مبنی ہے چنانچہ اللہ تعالی کے فرمان: **{إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ۔ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ۔ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ}**[61] کو اللہ تعالی کی طرف سے تین وعدے قرار دے کر عقلی طور پر ثابت کیا ہے کہ یہ وعدہ ہائے ربانی تب تک مکمل نہیں ہوتے جب تک کہ یہ تسلیم نہ کیا جائے کہ قرآن کریم دور رسالت میں ہی کتابی شکل میں مجموع ومرتب تھا۔ علامہ تمنا عمادی کی عبارت ملاحظہ ہو: "پہلے پوری کتاب کو جمع کرنے کا وعدہ فرمایا اس کے بعد اس کے پڑھوا دینے کا، پھر اس کے بیان کرا دینے کا وعدہ فرمایا۔ ظاہر ہے کہ جب تک پوری کتاب مجتمع نہ ہو جائے اس کے الفاظ وکلمات مطابق وحی اعراب وسکون نقاط سے منضبط نہ ہوں، اس کی آیتیں اپنے جملہ الفاظ وکلمات کے مطابق وحی ترتیب کی جامع نہ ہوں اور اس کی سورتیں اس کی ساری نازل شدہ آیات پر مطابق وحی جب تک حاوی نہ ہوں اور پھر جب تک اس کی ساری سورتیں منشائے الٰہی کے مطابق یکے بعد دیگرے مرتب نہ ہوں اس وقت تک **"جمع"** کے لفظ کا اطلاق ہی اس کتاب پر نہیں ہو سکتا۔ اور نہ مطابق وحی الٰہی اس کی قراءت وتلاوت نہ ہو اس کے معنی ومفہوم کا بیان کس طرح منشائے الٰہی کے مطابق ممکن ہو سکتا ہے؟ اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ جیسے جیسے آیتیں اور سورتیں اترتی گئیں منشائے الٰہی کے مطابق خود رسول اللہ ﷺ اس کو جمع کرتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جمع کراتے رہے اور جمع کرانے کے بعد اس کو پڑھتے پڑھاتے رہے اور پھر صحابہ کرام کے سامنے اس کو بیان فرماتے رہے۔ جیسے جیسے باقی حصے آیتوں یا سورتوں کی شکل میں اترتے گئے، جمع ہوتے گئے، پڑھے جاتے رہے اور بیان کئے جاتے رہے: یہاں تک کہ آخری مضمون اور آخری آیت اتر گئی اور اور قرآن کریم مکمل ہو گیا تو پھر پورا قرآن جمع بھی ہو گیا اور پورے قرآن کی قراءت بھی ہونے لگی اور پورے قرآن کا بیان بھی ہونے لگا اس لئے ایسا سمجھنا کہ جمع قرآن کا کام تو رسول اللہ ﷺ کے سامنے نہ ہو سکے آپ ﷺ کی وفات کے بعد عہد صدیقی میں کسی حد تک نامکمل سا رہ جائے اور اس کی تکمیل عہد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں ہو اور رسول ﷺ غیر مجتمع آیات وسُور کی قراءت وبیان زندگی بھر کرتے رہے، قرآن ورسول اللہ ﷺ اور اللہ تعالی کے ساتھ سخت ترین گستاخی ہے اور در حقیقت: **{إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ}**[62] کے وعدہ صادقہ کی تکذیب ہے۔ اللہ تعالی نے اپنے وعدوں کے مطابق پہلے آیتوں کو جمع کرایا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ

---

61 القیامۃ 75: 17-19۔

62 القیامۃ 75، 17۔

سے پڑھوادیا پھر صحابہ سے اسی جمع کے مطابق پڑھوادیا اور پھر رسول اللہ ﷺ سے اس کے معانی ومفاہیم کو بیان کرادیا"۔[63] زیر نظر دلیل بھی درحقیقت بعضے قرآنی آیات محکمات کی عقلی تفسیر پر مبنی ہے چنانچہ اللہ تعالی کے فرمان: **{إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ۔ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ}**[64] کو اللہ تعالی کی طرف سے تین وعدے قرار دے کر عقلی طور پر ثابت کیا ہے کہ یہ وعدہ ہائے ربانی تب تک مکمل نہیں ہوتے جب تک کہ یہ تسلیم نہ کیا جائے کہ قرآن کریم دور رسالت میں ہی کتابی شکل میں مجموع ومرتب تھا۔ پہلی بات تو یہ کہ کسی معتبر تفسیر میں مجھے سورہ قیامہ کی مذکورہ بالا آیات کی وہ تفسیر ملی ہی نہیں جو علامہ تمنا عمادی نے کی ہے یعنی: **{إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ }** میں جمع سے مراد کتابی شکل میں مکمل طور پر تمام حروف وکلمات، حرکات وسکنات، اعراب وسکون مطابق وحی منضبط ہونا ہے ورنہ جمع کا اطلاق کیسے ہوسکتا ہے جبکہ جمہور اہل علم اس **"جمع"** سے کیا مراد لیتے ہیں ملاحظہ فرمایے:

ابن جریر طبری فرماتے ہیں: **"إن علينا جمع هذا القرآن في صدرك يا محمد ﷺ حتى نثبته فيه (وقرآنه) يقول : وقرآنه حتى تقرأه بعد أن جمعناه في صدرك"**۔[65] تفسیر قرطبی میں ہے: **قال جمعه في صدرك ثم تقرؤه فَإِذا قَرَأْناهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ قَالَ فَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ،ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَاأَنْ نَقْرَأَهُ**۔[66] حافظ ابن کثیر نے بھی کچھ اسی طرح کی تفسیر بیان کی ہے: **"إِنَّ عَلَيْنا جَمْعَهُ أَيْ فِي صَدْرِكَ وَقُرْآنَهُ أَيْ أَنْ تَقْرَأَهُ فَإِذا قَرَأْناهُ أَيْ إِذَا تلاه عليك الملك عن الله تعالى: فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ أَيْ فَاسْتَمِعْ لَهُ ثُمَّ اقْرَأْهُ كَمَا أَقْرَأَكَ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنا بَيانَهُ أَيْ بَعْدَ حِفْظِهِ وَتِلَاوَتِهِ نُبَيِّنُهُ لَكَ وَنُوَضِّحُهُ وَنُلْهِمُكَ مَعْنَاهُ عَلَى مَا أَرَدْنَا وَشَرَعْنَا"**۔[67] بطور نمونہ یہاں تین معتبر تفسیروں کا حوالہ ذکر کیا ہے جس میں ہر مفسر نے **"جمع"** کی تفسیر **جمع فی الصدر** سے کی ہے اس کی وجہ سیاق وسباق ہے کہ آپ ﷺ بھولنے کے ڈر سے دوران وحی زبان مبارک سے دہرانے کی کوشش کر رہے تھے جس پر اللہ تعالی نے یہ ضمانت دی کہ آپ ﷺ فکر نہ کریں آپ کو یاد کرانا، پھر اس پر عمل کرانا اور قرآن کے احکام ومسائل آپ کو بیان کرنا یہ سب ہماری ذمہ داری ہے، کتابت قرآن سے تو اس آیت کا دور دور تک کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ رہا علامہ تمنا عمادی کا یہ سوال کہ جس مذہب کی پہلی وحی میں ہی پڑھنے لکھنے کا حکم ہو اس کے ماننے والوں سے کیسے یہ توقع رکھی جاسکتی ہے کہ جو کتاب ان کی سرمایۂ حیات تھی اس کو مدون ہی نہ کیا؟ وغیرہ وغیرہ اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ آپ کا اعتراض ہی غلط ہے کیونکہ حکم خداوندی اور حکم رسول ﷺ پر عمل پیرا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن حکیم کو اپنی

---

63 تمنا عمادی، اعجاز القرآن واختلاف القراءات، 184- 185۔

64 القیامۃ 75، 17 — 19۔

65 اِبو جعفر الطبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تاؤیل القرآن (مؤسسۃ الرسالۃ، 1420ھ/ 2000م)، 23: 500۔

66 امام قرطبیؒ، تفسیر الجامع لاَحکام القرآن، ، 19: 106۔

67 ابن کثیر اِبو الفداء اِسماعیل بن عمر الدمشقی، تفسیر القرآن العظیم (دار طیبۃ للنشر والتوزیع، 1420ھ/ 1999م)، 8: 286۔

جان سے بھی عزیز رکھا اور اس کی ہر طرح سے حفاظت کی، **حفظا فی الصدور وکتابة فی الاوراق** لیکن یہ ضروری نہیں کہ جس طرح آپ کی عقل مانے اسی طرح پر کوئی کام کیا جائے۔

دوسری دلیل اور اس کا جواب: کتابت قرآن تبلیغ رسالت کا حصہ تھا

پھر ان کا بڑا سوال ایک یہ بھی ہے کہ کتابت وحی تبلیغ رسالت کا حصہ تھا پھر کیسے ممکن تھا کہ آپ ﷺ نے اتنے اہم کام سے صرف نظر فرمایا ہو اور امت کو کتاب منظم شکل میں دیئے بغیر دار فانی سے کوچ فرما گئے؟ کتابت قرآن آپ ﷺ کی تبلیغ رسالت کا حصہ نہ تھی کیونکہ لکھی ہوئی چیز کو تبدیل کرنا کوئی ناممکن عمل نہیں جیسے کہ کتب سابقہ کے ساتھ ہوا حالانکہ اللہ تعالی کی جانب سے لکھی ہوئی کتب ملی تھیں ان کو بلکہ جہاں تک میری سمجھ (بلکہ قرین قیاس یہی) ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالی کے حکم سے قرآن کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سینوں میں محفوظ فرمایا اور ایک بڑی جماعت نے قرآن پاک حفظ کیا اور اسی پر اعتماد تھا اور یہی طریقہ عرب کے احوال کے زیادہ قریب تھا ہاں رسول اللہ ﷺ نے مزید حفاظت کی خاطر لکھنے کا بھی اہتمام کروایا لیکن اس امر کو امت کے حوالے کیا کیونکہ اس بات پر سب متفق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے لئے کوئی نسخہ نہ بنوایا اور اگر کتابت قرآن منصب نبوت کے فرائض میں سے تھا تو بھلا یہ کیسے نہ ہو سکا۔ معلوم یہ ہوا کہ کتابت کے بجائے حفظ ہی مدار ہے اور **عند الاختلاف** معول علیہ ہے۔ بقول علامہ تمنا عمادی کہ کتابت قرآن تبلیغ رسالت کا حصہ تھا تو پھر تو آپ ﷺ سب سے پہلے خود اپنے لئے نسخہ مرتب فرماتے اور پھر اسی کی تبلیغ فرماتے، حالانکہ یہ بات **عند الجمیع** (سب کے ہاں) بشمول علامہ تمنا عمادی مسلّم ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے لئے کوئی ذاتی نسخہ مرتب نہ فرمایا۔

نتائج بحث

عہد رسالت مآب ﷺ میں قرآن حکیم جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سینوں میں محفوظ تھا وہیں کتابت قرآن کا بھی بالخصوص اہتمام تھا، جس کی نگرانی حضور اکرم ﷺ خود فرماتے تھے۔ جمہور اہل علم کا یہ موقف واضح ہوا کہ عہد نبوی ﷺ میں قرآن حکیم مختلف سورتوں کے مجموعوں کی شکل میں اکٹھا تھا جب کہ علامہ تمنا عمادی کا یہ موقف سامنے آیا کہ عہد رسالت ﷺ میں بھی قرآن بالکل ویسے ہی کتابی شکل میں موجود تھا جیسے آج امت کے پاس مرتب ومدون کتابی شکل میں موجود ہے۔علامہ تمنا عمادی نے اپنے موقف پر قرآن وسنت اور عقلی دلائل بھی پیش کیے لیکن نقلی دلائل ہر دو جو قطعی الثبوت تھے یا ظنی الثبوت، ان کے موقف پر قطعی الدلالۃ نہ تھے۔علامہ تمنا عمادی کے ہاں کتابت قرآن بشکل مرتب ومدون حضور اکرم ﷺ کی تبلیغ رسالت کا حصہ تھا جب کہ جمہور اہل علم اس سے متفق نہیں۔علامہ تمنا عمادی نے اپنے موقف کے اثبات میں ضعیف روایات کا بھی سہارا لیا جب کہ فریق مخالف کی تائید میں پیش کی جانے والی صحیح اور متفق علیہ روایات کو بھی تسلیم نہیں کرتے جو اس بات کی غماز ہے کہ ان کا موقف تضادات کا مجموعہ ہے۔